انجامِ استحصال

تحریر: محمد محسن

مجلّہ ''سفر'' | شمارہ نمبر 01 | ستمبر 2012ء | زیرِاہتمام: صوبائی تنظیمی کمیٹی (پنجاب) متحدہ قومی موومنٹ (پاکستان)

ہے کوئی کھلی آنکھوں سے اس عبرت آموز منظر نامے پہ نگاہ ڈالنے اور غور وفکر کرنے والا کہ رب کائنات ارض وسماء کو کس طرح الٹتا پلٹتا رہتا ہے اور ابن آدم کی سبق آموزی کیلئے کیسے کیسے سامان کرتا رہتا ہے؟ ہے کسی کو خبر کہ اس کی گرفت بے ڈھب اور اس کا انتقام سخت ہوتا ہے۔

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم بخوبی جان سکیں گے کہ جب بھی کوئی شخص یا کوئی طبقہ کسی ملک کی عوام کا استحصال کرنا شروع کرتا ہے اور جب ظلم سہہ سہہ کر عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے تو ایسے کڑے وقت میں اللہ تعالیٰ اس عوام کو ان استحصالی قوتوں کے خلاف کھڑے ہونے اور ان کا قلع قمعہ کرنے کا حوصلہ دے دیتا ہے اور پھر عوام ان کے خلاف ایک سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہیں اور ان کا احتساب کرنے لگتی ہے۔ جس سے بھوکلا کر اقتدار پہ قابض افراد اس عوامی انقلاب کو روکنے اور ان کو منتشر کرنے کیلئے ہر قسم کا حربہ استعمال کرتے ہیں انھیں روکنے اور ان کی آواز دبانے کیلئے ان پر طرح طرح کے ظلم و جبر کئے جاتے ہیں۔ مگر جیت ہمیشہ حق ہی کی ہوتی ہے اور اس کی تازہ کئی مثالیں موجود ہیں جن میں سے ایک مثال گزشتہ سال برپا ہونے والے تیونس اور مصر کے انقلابات ہیں۔

الجمہوریہ التیونیسیہ، جسے ہم تیونس کے نام سے جانتے ہیں۔ افریقہ میں سیاسی استحکام، آزاد فکری، روشن خیالی، صنعتی ترقی اور اقتصادی مضبوطی کی روشن مثال خیال کیا جاتا تھا۔ 1955ء میں فرانس سے آزادی حاصل کرنے کے بعد حبیب بورقیبہ تیونس کے پہلے صدر بنے۔ 7 نومبر 1987ء کو زین العابدین بن علی نے صدر کا منصب سنبھالا اور یوں وہ تیونس کے دوسرے صدر بن کے دنیا کے سامنے آئے۔ 7 نومبر 2010ء کو اس نے تاج پوشی کی 30ویں سالگرہ منائی۔ یہ تیونس میں قومی تعطیل کا دن ہوتا ہے۔ شہری آزادیوں، جمہوری اقتدار، آزاد پارلیمنٹ اور منصفانہ انتخابات کی ضمانت دینے والے آئین کے باوجود تیونس ہمیشہ آمرانہ طرز کے جبر میں جکڑا رہا۔

بظاہر تیونس امن وسکون اور ترقی وخوشحالی کا جزیرہ تھا۔ زین العابدین بن علی امریکی اصطلاح کے مطابق ''اسلامی انتہاپسندی'' کے شدید مخالف تھے۔ امریکی وزیر خارجہ نے تیونس کو عالم اسلام کیلئے ایک روشن نمونہ قرار دیا تھا۔

لیکن تیونس میں موجود مسائل تیونس کی عوام میں بے چینی اور اضطراب پیدا کر رہے تھے اور خاص طور پر جن میں کرپشن، بیروزگاری، مہنگائی، لاقانونیت اور عوام کے جائز حقوق سے محرومی نے عوام کے دلوں میں چنگاریاں سلگا رکھی تھیں۔ صدر زین العابدین اور ان کے رشتہ داروں کی بے انتہا کرپشن، شہری و جمہوری آزادی کا فقدان، جابرانہ انداز حکمرانی، حد درجہ مہنگائی اور پڑھے لکھے افراد کی بیروزگاری۔ یہ سب وہ وجوہات تھی جو تیونس کی عوام میں غم وغصہ بڑھا رہی تھا۔

بالآخر 17 دسمبر 2010ء کو تیونس میں انقلاب کی پہلی چنگاری جل اٹھی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ 17 دسمبر 2010ء کو سعدی بوزید قصبے کا ایک گریجویٹ نوجوان محمد بوعزیز بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ آچکا تھا۔ اس نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ادھار لیکر ایک ٹھیلے کا انتظام کیا اور کچھ پھل وسبزیاں خرید کر ایک سڑک کے کنارے ٹھیلا لگالیا۔ کچھ دیر بعد خاتون انسپکٹر فائدہ حمیدی نے محمد بوعزیز کے ٹھیلے سے چند پھل لے لئے اور قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا، جس پر بوعزیز نے بلا قیمت پھل دینے سے معذرت کرلی اور قیمت کی ادائیگی پر اصرار کیا۔ فائدہ حمیدی نے آگ بگولہ ہوکر بوعزیز کے گال پر زوردار تھپڑ رسید کردیا اور پھلوں کا ٹھیلا ضبط کرلیا، جب اگلے دن بوعزیز اپنا ٹھیلا لینے پہنچا تو مغرور انسپکٹر نے افسروں کو اس پر تشدد کا حکم دیا، افسروں نے بوعزیز کو بے انتہا تشدد کا نشانہ بنایا۔ بوعزیز اس ناروا سلوک سے بے حد دلبرداشتہ ہوکر اپنے جسم پہ پیٹرول چھڑک کر خود کو آگ لگالی اور اس جہانِ فانی سے کوچ کرگیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ بن کے تیونس کے گلی کوچوں میں پھیلتی چلی گئی۔ جگہ جگہ لوگ سڑکوں پہ نکل آئے۔ حکومتی احکامات کے باوجود تیونس کے چیف آف آرمی اسٹاف رشید عمار نے فوج تعینات کرنے اور لوگوں پر گولیاں چلانے سے انکار کردیا جسکے نتیجے میں صدر زین العابدین نے اسے برطرف کردیا اور پھر عوام پر گولیاں برسنا شروع ہوئیں اور برستی چلی گئیں کم وبیش ساٹھ مظاہرین کے سینے چھلنی ہوگئے۔ لیکن بپھری ہوئی عوام قتل گاہوں سے نکل کر دارالحکومت تیونس کی طرف بڑھتی رہیں۔

23 برس سے تخت اقتدار پر براجمان زین العابدین کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ تیونس کی یہ صابر شاکر عوام یوں آگ بگولہ بھی ہوسکتی ہیں۔ وہ تو بڑے بڑے منصوبے بنائے بیٹھا تھا۔ اس کا داماد شاکر الماتری، اگلے صدر کے طور پر قطار میں کھڑا تھا۔ اس کی بیوی لیلیٰ، کرپشن کی الف لیلائی داستانوں کا مرکزی کردار بنی ہوئی تھی۔ سرکاری بوئنگ 737 جیٹ طیارہ اس کی تحویل میں تھا۔ وہ جب چاہتی شاپنگ کیلئے پیرس، جنیوا اور یورپ کے دوسرے شہروں کو نکل جاتی۔ قومی وسائل کی بے دردانہ لوٹ مار جاری تھی بڑے بڑے شاپنگ پلازہ، درآمد و برآمد کرنے والی کمپنیاں، ٹاؤن پلانرز، پراپرٹی ڈیلرز، بینک، میڈیا کے ادارے، ٹیلی کمیونی کیشن، انٹرنیٹ پرووائیڈر، کسٹم ڈیوٹیز وغیرہ سب ''شاہی خانوادے'' کی مٹھی میں تھا۔ تیونس کی معیشت کو مٹھی میں لینے کیلئے لیلیٰ نے شاطرانہ حربے استعمال کئے تھے۔ یہ لوگ سرکاری اثاثے کوڑیوں کے مول خریدتے اور پھر بھاری قیمت میں بیچ دیتے۔ جو کاروبار اچھا دکھائی دیتا، یہ زبردستی اس میں حصہ دار ہوجاتے۔ سرکاری ٹھیکوں میں بھاری کمیشن لیتے، لیلیٰ بڑی مہارت سے پولیس کو استعمال کرتے ہوئے کاروباری لوگوں کو ہراساں کرتی۔ وکی لیکس نے کچھ کہانیاں بیان کیں لیکن تیونس میں توانا میڈیا نہ تھا جو قیامت بپا کرتا۔ یہ قیامت یکا یک بپا ہوئی اور پھر بے قابو ہوگئی۔

زین العابدین نے ہار کر بہت داؤ پیچ آزمائے۔ تمام قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا، وزیر داخلہ کو برطرف کردیا پارلیمنٹ توڑ کر ساٹھ دنوں میں نئے انتخابات کا اعلان کیا، آئندہ صدارت کیلئے آئین میں تبدیلی نہ کرنے کا یقین دلانے کی کوشش کی، تیس لاکھ نئی ملازمتوں کا اعلان کیا لیکن اب دیر ہوچکی تھی۔ وہ لمحہ آگیا جب بدعنوان حکمرانوں کیلئے تیونس کی زمین تنگ ہوگئی۔ اس نے اپنے سب سے بڑے سرپرست فرانس سے رابطہ کیا۔ پیغام ملا ''ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کو خوش آمدید نہیں کہہ سکتے''۔ زین العابدین بن علی نے اپنے عظیم الشان محل پہ آخری نگاہ ڈالی اور 14 جنوری کو سعودی عرب پرواز کرگیا۔ جنیوا اور پیرس سمیت پوری دنیا میں اس کرپٹ خانوادے کے تمام بینک اکاؤنٹس منجمد کردیئے گئے۔

23 سال کی لوٹ مار اور زور جواہر کے انبار محض 27 دنوں میں مٹی کا ڈھیر ہوگئے ۔ اس انقلاب نے کئی عرب ممالک میں ارتعاش پیدا کر دیا جن میں ایک اور عرب ملک مصر بھی شامل تھا۔

جمہوریۃ مصر العربیۃ یعنی مصر جو 28 فروری 1922ء کو برطانیہ سے آزاد ہوا۔ انور السادات کے قتل کے بعد 1981ء میں حسنی مبارک نے مصر کا اقتدار سنبھالا اور مصر کا صدر بنا اور تقریباً 31 سال مصر پر قابض رہا۔ حسنی مبارک نے مصر میں مسلسل کرفیو نافذ رکھا ساتھ ہی مصری عوام پر ظلم وتشدد روا رکھا اور عوام کو ان کے جائز حقوق تک سے محروم رکھا۔ عوام کو کئی مسائل درپیش تھے۔ جن میں امن وامان کی بگڑتی صورتحال، بیروزگاری، اقرباء پروری، مہنگائی، لاقانونیت، آمرانہ نظامِ حکومت، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا عوام کے ساتھ ناروا سلوک، غیر معیاری تعلیمی نظام اور کئی دیگر مسائل شامل تھے۔ مگر ان سب کے باوجود حسنی مبارک نے عوام کیلئے کوئی مثبت کام کرنے کے بجائے مسلسل عوام کا استحصال کرتا رہا۔ اسی وجہ عوام میں بے چینی اور بے اضطرابی پیدا ہوئی اور بالآخر 25 جنوری 2011ء کو مصری عوام کے صبر کا بند ٹوٹ گیا اور ہزاروں افراد حسنی مبارک کے خلاف مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے التحریر اسکوائر پر جمع ہوگئے اور حسنی مبارک کے ظلم و جبر کے خلاف پوری طاقت سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تیر وتفنگ یا بندوق وکلاشنکوف کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے آہنی ارادے اور عزم صمیم کے ساتھ اُن کا ایک ہی نعرہ تھا ایک ہی مطالبہ تھا۔ ''لا مبارك، لا''

حسنی مبارک نے اس عوامی انقلاب کو طاقت کے ذریعے روکنے کی کوشش کی اور ان اٹھارہ دنوں میں سیاہ وردی میں ملبوس حسنی مبارک کی ایلیٹ فورس نے ساڑھے تین سو افراد کو بڑی بے دردی سے قتل کیا، تقریباً ڈیڑھ دو ہزار افراد کو شدید زخمی کیا، اور گھوڑوں پر سوار ہو کر حسنی مبارک کے حق میں نعرے لگائے اور احتجاج کرنے والوں کے تا حد نگاہ پھیلے ہوئے ہجوم پر لاٹھی چارج کیا۔ ان سب ہتھکنڈوں کے باوجود بھی حسنی مبارک انقلاب کا راستہ نہیں روک پایا اور عوام مسلسل بلند حوصلوں اور مضبوط ارادوں کے ساتھ ڈٹی رہی۔ اٹھارہ روز تک مصری عوام التحریر اسکوائر میں خیمہ اور مصر کی گلی گلی، کوچے کوچے اور قریے قریے میں مورچہ زن رہی۔ اور بالآخر تھک ہار کر 11 فروری 2011ء کو حسنی مبارک نے استعفیٰ دیدیا اور یوں جیت بالآخر حق ہی کی ہوئی۔

حسنی مبارک کے استعفے کے بعد مصر کی گلیوں، کوچوں، بازاروں، محلّوں اور سڑکوں پر جشن منایا گیا۔

عرب ممالک میں آنے والی یہ لہر اپنے لپٹ میں دوسریں ممالک کو بھی لے رہی ہیں۔ دوسریں لفظوں میں انقلاب کی تپش وہ ممالک بھی محسوس کر رہے ہیں جہاں غربت، بے روزگاری، مہنگائی، لوٹ مار، دہشت گردی، انتہا پسندی، حد درجہ کرپشن، قومی وسائل کی بے دریغ لوٹ مار اور عوامی مسائل سے لا پرواہی۔ تیونس اور مصر کے بعد اب پاکستان کے حالات بھی بہت تیزی سے انارکی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

پاکستان کی موجودہ صورتحال میں اور تیونس، مصر کی صورتحال میں کافی حد تک مماثلت ہے۔ تیونس اور مصر کی طرح یہاں بھی عوام مہنگائی، بیروزگاری، اقرباء پروری، کرپشن، کرپٹ حکومتی نظام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہتک آمیز رویے سے کافی تنگ آچکی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی مہنگائی اور بیروزگاری کے ہاتھوں تنگ آکر خودکشیاں کر رہا ہے ہیں اور ہمارے ملک کے اربابِ اقتدار ہے کہ ان کو کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ ان حالات میں عوام کے اندر بے چینی بڑھنا ایک فطری عمل ہے، جسکے باعث پاکستان میں بھی انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی نظر آرہی ہے۔

کیا ہے کوئی عبرت نگاہ رکھنے والا؟ کیا کسی کو خلقِ خدا کے قرب کا احساس ہے؟ کیا کسی کو خبر ہے کہ کتنے نوجوان بڑی بڑی ڈگریاں لئے چھوٹی چھوٹی نوکریوں کیلئے ٹھوکریں کھا رہے ہیں؟ کیا کوئی جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے؟ کیا کسی کو اس ملک ''پاکستان'' کی 98 فیصد غریب ومتوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی عوام کے دکھ درد کا احساس ہے؟

☆☆☆☆☆